بسم الله الرحمن الرحيم

توسل اور توحید

مؤلف:

حسین رجبی

مترجم:

سید ضیغم عباس ہمدانی

کتاب کا نام: توسل اور توحید
مؤلف: حسین رجبی
مترجم: سید ضیغم عباس ہمدانی
مصحح: ڈاکٹر جعفر رضی خان
نظر ثانی: سید مبین حیدر رضوی
پبلشر: موسسہ فرہنگی ہنری مشعر
ایڈیشن: فروری ۲۰۱۵ء
تعداد:
قیمت:
مشعر کے ہول سیلرز:
تہران: ٹیلیفون نمبر: ۶۴۵۱۲۰۰۳ ــ ۰۲۱
قم: ٹیلیفون نمبر: ۳۷۸۳۸۴۰۰ ــ ۰۲۵

فہرست

وضاحت: ۷

توسل کیا ہے اور توحید سے اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ ۷

مفہوم کی وضاحت: ۹

عالم تکوین اور تشریع میں وسیلوں کا بیان: ۱۴

توسل، شیعہ ، سنی علماء اور دانشوروں کی نظر میں:....... ۲۳

دیوبندی علماء کا نظریہ: ۲۴

بعض دیگر علمائے اہل سنت کے بیانات: ۲۸

پیغمبرؐ کی برزخی حیات کے دوران ان سے متوسل ہونا: ۳۲

توسل کے جائز اور شرعی ہونے کی دلیل: ۳۶

توسل سے ممانعت، بنو امیہ کی بدعت: ۴۲

توسل کا انکار کرنے والوں سے چند سوال: ۴۴

وضاحت:

اس تحریر میں قرآن میں آنے والے لفظ "توسل": (وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ)[1] کا مطالعہ اور قرآنی استدلال، روایات اور علماء اسلام کے فتاوی کی روشنی میں مختصر طور پر کیا جانا مقصود ہے۔ امید ہے کہ شیعہ اور اہل سنت کے نظریوں کے وضاحت کے بعد توسل جیسے اہم مسئلے کے بارے میں ہر قسم کے ابہامات اور سوالات کا خاتمہ ہو جائے گا اور امت مسلمہ کے مابین دلی ہمدردی پیدا ہو گی اور مذہب کی راہ میں مسائل و مشکلات کی دیوار کھڑی کرنے والوں کا منہ بند ہو جائے گا۔

توسل کیا ہے اور توحید سے اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟

توسل یعنی کسی چیز کو کسی ایسے خاص ہدف تک پہنچنے کے لئے وسیلہ اور واسطہ قرار دینا جس تک رسائی کے لئے انسان سعی کرتا ہے۔ ایسے وسیلہ یا واسطہ کی نوعیت مادی بھی ہو سکتی ہے اور معنوی بھی، یہ وسیلہ ممکن ہے کبھی انسان ہو اور کبھی غیر انسانی، کبھی خدا ہو اور کبھی

۱۔ مائدہ: ۳۵

نیک اعمال جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ ممکن ہے یہی وسیلہ کبھی مضبوط ارادہ، محبت اور دوستی کا اظہار وغیرہ ہو۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ خداوند عالم نے دنیا کے خاص توحیدی نظام میں بھی مختلف تکوینی اور تشریعی اسباب و وسائل کا استعمال کیا ہے جو اس خاص توحیدی نظام تک رسائی کے ذریعے سمجھے جاتے ہیں۔

پس ان واسطوں کا انکار درحقیقت دنیا کے توحیدی نظام کا انکار کرنا ہے۔ ایک موحد انسان کی نظر میں دنیا کا خالق اور موثر ایک ہی ہے اور دیگر تمام واسطے اگر اثر رکھتے بھی ہیں تو ایک تاثیر گزار شے اور دنیا کے بنانے والے خداوند تعالی میں ایک خاص ربط ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کئی واسطے تاثیر گزار ثابت ہوتے ہیں جیسے: پیاس کا پانی سے بجھ جانا، بھوک کا کھانے سے ختم ہونا اور مرض کا ڈاکٹر کے ذریعہ ٹھیک ہونا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ تمام امور خداوند تعالی کی طرف سے انجام پاتے ہیں لیکن خدا یہ تمام امور کسی وسیلے کے ذریعے انجام دیتا ہے۔ تمام امور خداوند تعالی کہ طرف سے ان واسطوں میں قرار دیئے جاتے ہیں۔

لیکن یوں نہیں کہ ایک موحد انسان واسطوں کو خدا کے برابر لا کھڑا کردے اور انہیں خدا ہی سمجھنے لگے (نعوذ باللہ)۔

پس جس طرح واسطوں کو خدا قرار دینا توحید کے خلاف ہے، بالکل اسی طرح ان واسطوں اور وسیلوں کا انکار اور ان پر توجہ نہ دینے کا مطلب بھی توحید کی خلاف ورزی ہے۔

مفہوم کی وضاحت:

ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ انسان جب مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو ایسی پناہگاہ کی تلاش شروع کر دیتا ہے جہاں وہ اپنے مشکلات و مصائب بیان کر کے خود کو ان مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلا سکے اور اپنی ناامیدیوں کو امیدوں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نفسیاتی، معنوی اور مادی مشکلات بڑھتی جارہی ہیں اور معنویت سے رابطے کی ضرورت شدت اختیار کرتی جارہی ہے، اس لئے لوگوں کے بیچ توسل کا مسئلہ ہمیشہ سے اہم رہاہے۔ اس پناہگاہ کی نوعیت کا تعلق لوگوں کے احساسات اور اعتقادات سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ان کی پناہ گاہ ایک انسان کی صورت میں سامنے آتی ہے، کبھی وہ اپنے اہداف تک رسائی اور غموں اور پریشانیوں سے نجات کے لئے ایک بت کو اپنا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور کبھی کسی طاغوتی طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی لم یزال ذات کو اپنی پناہگاہ قرار دیتے ہوئے اسے اپنا ملجا اور ماوی قرا دیتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ دنیا کا ہر عقل و شعور رکھنے والا انسان ایسی ہستی کو اپنی پناہگاہ قرار دے گا جو طاقت اور توانائی میں اس سے بڑھ کر ہو۔

لہٰذا ایسی کوئی کمزور ہستی جو خود اپنے لئے بھی کچھ نہ کر سکتی ہو، دوسروں کی مشکلات کی گرہیں بھلا کیا کھول سکے گی۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں بجز ان کے جنہیں خدا نے ایک خاص توانائی اور طاقت دے رکھی ہے۔ واضح ہے کہ خداوند متعال صرف عبادات اور خالص بندگی کے نتیجے میں اپنے خاص بندوں کو وہ مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے جہاں وہ خداوند تعالی کی اجازت اور فیضان سے دوسروں کی مادی اور معنوی مشکلات حل کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ خداوند تعالی اپنے ایسے بندوں کو اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان وسیلہ اور واسطہ قرار دیتا ہے۔ کبھی وہ ایسے انسانوں کو رسالت کی ذمہ داری سونپ کر انہیں نبی اور پیغمبر بنا کر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ خداوند تعالی کی عنایات اور وحی الہی کی مدد سے ظلمت اور تاریکی میں گھرے لوگوں کی رہنمائی کریں۔ اور کبھی انہیں لوگوں کی بخشش اور اپنی قربت حاصل کرنے کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ جو معنویت کے اعلی درجے پر فائز ہیں کسی اور کو یہ دو بلند درجات حاصل نہیں ہو سکتے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

(وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا)[۱]

ترجمہ: اور رات کے ایک خاص حصے میں نتیجہ دکے ساتھ بیدار رہو کہ یہ آپ کے لئے مخصوص فضیلت ہے عنقریب تمہارا کا پروردگار

۱۔ اسرا: ۷۹

تمہیں کو مقام محمود تک پہنچا دے گا۔

یہ محمود اور پسندیدہ مقام کیا ہے؟! ظاہر سی بات ہے کہ خدا کے نزدیک یہ کوئی ایسا مقام ہے جس تک رسائی ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد خداوندی ہے:

(وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى) [۱]

ترجمہ: اور عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں اس قدر عطا کردے گا کہ راضی ہو جاؤ۔

آئمہؑ اور پیغمبروںؑ کو حاصل شدہ حق شفاعت، حق ولایت، اطاعت اور بعض دیگر حقوق صرف اس مقام کی دین تھے جو خداوند تعالی نے انہیں عطا کیا ورنہ کسی انسان کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔اسی لئے خداوند تعالی نے بعض لوگوں کو وحی پہنچانے اور دوسرے انسانوں کی ہدایت کے لئے وسیلہ اور واسطہ قرار دیا ہے تاکہ وہ وحی کے ذریعے نازل ہونے والے سب سے بنیادی پیغام یعنی توحید کی تبلیغ و اشاعت کریں اور یہ پیغام لوگوں کو تک پہنچائیں۔ پس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسے مقام پر اعتقاد اسے خداوند متعال کی توحید یا اس کے مشکلات کے وقت واحد پناہگاہ ہونے کے لئے منافی نہیں ہے۔ کسی انسان اور فرد کو یہ خوبی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا اسے اس نعمت سے نہیں نوازتا۔

۱۔ الضحی: ۵

توحید واقعی کا مطلب اس بات کا ماننا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی دوسری پناہگاہ اور ملجا و ماوی نہیں ہے (لا اِلٰہ اِلاّ اللّٰہُ) لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ خداوند تعالی جسم نہیں رکھتا اور تمام جسمانی اور مادی اوصاف سے پاک اور منزہ ہے، اس لئے مشکلوں سے نجات اور رہنمائی کے لئے واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت لازمی ہے۔ خداوند تعالی لوگوں کے درمیان آکر ان کی ہدایات نہیں کرسکتا بلکہ اس کام کے لئے وہ اپنے چند خاص بندوں اور افراد کو چند مخصوص شرائط کے ساتھ (جن میں سے ایک مقام محمود پر فائز ہونا ہے) متعارف کراتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اس کے خلیفہ اور جانشین ہونے کا فریضہ انجام دیں اور اس سے دستور لے کر انہیں لوگوں کے درمیان انجام دیں اور خدا کی حاکمیت عام کردیں۔ کیونکہ ولایت، اطاعت اور فرمانبرداری کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے خدا کے خلیفہ کی حکومت پر اعتقاد ضروری ہے جو لوگوں اور خدا کے درمیان واسطہ اور وسیلے کا کردار ادا کرے۔

یہ عمل توحید کے نقطہ نظر سے بھی صحیح ہے۔ یہ عمل خوارج کے عمل کے بھی برعکس ہے جو کہتے تھے کہ ہم کسی حاکم کو نہیں مانتے کیونکہ حاکم صرف خدا ہے۔ وہ اس آیت:

(إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ)[۱]

ترجمہ: "حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے"۔ کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے تھے۔ خدا اور ہمارے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "کلمۃحق یراد بھاباطل"[۲] "ایک سچی بات ہے جس سے انہوں نے جھوٹا فائدہ اٹھایا ہے"۔ یقیناً یہ ایک غلط استفادہ ہے کیونکہ ایک لائق خلیفہ کے انتخاب کے بغیر خدا لوگوں کے درمیان آکر براہ راست حکومت نہیں کر سکتا۔ کہا جاسکتا ہے کہ توحید میں پہلا انحراف خوارج کے ذریعے وجود میں آیا۔ صحیح توحید کا تصور یہ ہے کہ ہم خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے خلفاء کی تردید کرنے کی بجائے انہیں قبول کریں۔ خداوند تعالی نے قرآن میں اپنی اطاعت کرنے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے اور ان لوگوں کو جو خدا کے علاوہ کسی کی اطاعت کرتے ہیں، مشرک قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

(يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ...)[۳]

ترجمہ: اے بابا! شیطان کی عبادت نہ کیجئے۔

صاحبان امر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ پس خدا نے واسطوں اور وسیلوں کی اطاعت کا تعارف اصل توحید کی اطاعت کے طور پر کیا ہے اور اگر خدا کی طرف سے متعارف ایسے وسیلوں اور واسطوں کی

۱۔ انعام: ۵۷

۲۔ نہج البلاغۃ: خطبہ نمبر ۴۰

۳۔ مریم: ۴۴

اطاعت نہ کی جائے تو یہ شرک کے مترادف ہے۔

(أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ)[1]

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

پس خدا کی ولایت اور اطاعت شیطان کی ہو یا انسانی خواہشات کی ہو یا پھر ایک ایسے انسان کی جسکی اطاعت کا حکم خداوند عالم کی طرف سے نہیں ہوا۔ پس حاکمیت، ولایت رزق و روزی پہنچانے والا ہر قسم کا واسطہ اگر خدا کی اجازت سے ہو تو توحید و گرنہ شرک ہے۔

عالم تکوین اور تشریع میں وسیلوں کا بیان:

کبھی وسیلوں کا وجود بیرونی دنیا اور کبھی عالم تشریع اور دین و وحی میں ہوتا ہے۔ خداوند تعالی اور عالم تکوین میں زندگی گزارنے والے لوگوں کے درمیان فرشتے وسیلہ اور واسطہ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسان کے بدن سے اس کی روح نکالنے کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

(حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا)[2]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے اٹھا لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض وسیلے اور واسطے ایسے ہیں جن کے ذمے لوگوں کے رزق پہنچانے کا کام ہے اور بعض اوقات خداوند تعالی کے حکم سے اس

۱۔ نساء، ۵۹

۲۔ انعام: ۶۱

کے بعض پیغمبر عالم تکوین میں لوگوں کی شفاء اور نجات کا باعث بنتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

(وَأُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللّهِ)[۱]

ترجمہ: اور میں پیدائشی اندھے اور مبروص کا علاج کرتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

پیغمبران الہی علیہم السلام لوگوں تک دین الہی اور وحی لانے والے ہوتے ہیں۔ پس عالم تکوین اور شریعت میں ان کے انکار کا مطلب قرآن کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ اس لئے اصل توحید یہ ہے کہ ایک موحد انسان خداوند عالم اور اس کے پیغمبرؐ کی طرف سے تائید شدہ ہر چیز کا استقبال کرے اور اسے عین توحید سمجھے۔ اس کے برعکس ہر اس چیز کو جسے خدا کی حمایت اور تائید حاصل نہیں ہے، شرک سمجھے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ چونکہ تمام واسطوں اور وسیلوں کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کا اپنا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے انہیں بطور امانت ملا ہے، اس لئے واسطوں پر اعتقاد ہرگز شرک نہیں کیونکہ ہم صرف اسی واسطے یا وسیلے کو سب کچھ نہیں سمجھتے۔ اگر ہم کسی بھی واسطے کو سب کچھ خیال کرتے ہوئے اس سے مربوط اور متوسل ہو جائیں تو یہ شرک ہے ہرچند وہ واسطہ یا وسیلہ رسول اللہؐ کی ذات مبارک ہی کیوں نہ ہو۔

بعض ایسے فرقے ہیں جو ہر قسم کے واسطے یا وسیلے کی نفی کرتے ہوئے انہیں شرک مانتے ہیں لیکن جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ ان کی نفی اور نظریہ صحیح نہیں اور یہ نظریہ قرآن، سنت، پیغمبرؐ اور دیگر

۱۔ آل عمران: ۴۹

ائمہ علیہ السلام کی سیرت سے میل نہیں کھاتا۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسلام سے پہلے خدا کو چھوڑ کر غیر الٰہی واسطے اور وسیلے جیسے بت وغیرہ کو وسیلہ قرار دینے والے کو مشترک قرار دیا ہے کیونکہ ان مشرکوں نے خدا کی اجازت کے بغیر غیر مفید اور باطل موجودات کا انتخاب کرکے انہیں اپنا معبود قرار دیا۔

پس یہ صحابہ بعض لوگ جو مسلمانوں کے بعض اعمال جیسے رسول اللہ ؐ، اہل بیت علیہم السلام، صحابہ اور اولیاء اللہ کے احترام کو واسطہ یا وسیلہ قرار دینے کو شرک پر محمول کرتے ہیں اور ان اعمال کا موازنہ یہ بلکل درست نہیں ھے اور صدر اسلام میں مشرکوں کے اعمال سے اس کا موازنہ غیر عاقلانہ حرکت ہے ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آج تک کسی مسلمان نے خدا کے علاوہ کسی اور ہستی کی پرستش نہیں کی۔ اگر وہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے قبور کی زیارت کرتے بھی ہیں تو اس کی وجہ صرف ان سے اپنی محبت اور دوستی کا اظہار کرنا ہے اور چونکہ یہ عظیم شخصیتیں خداوند متعال کے دربار میں عظیم (مقام محدود) پر فائز ہیں اور خداوند تعالی نے انہیں شفاعت کا حق عطا کیا ہے اس لئے ہم اپنی شفاعت اور اپنی مشکلات دور کرنے کے لئے ان سے رجوع کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ اور واسطہ قرار دیتے ہیں تاکہ وہ خدا کے حضور ہماری مغفرت اور مشکلات کے حل کرنے میں ہماری مدد کریں۔

کیا سے اپنی مشکلات دور کرنے کے لئے رجوع کرنا شرک ہے جنہیں خود اللہ تعالی نے مقام محمود پر فائز کیا ہے اور جنہیں خدا کی

طرف سے یہ اجازت ملی ہے کہ وہ لوگوں کو مشکلات اور مصائب سے نجات دلائیں؟

کوئی بھی مسلمان اس روش کو توحید واقعی کے خلاف نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جس طرح حضورؐ کے حیات لوگ ان سے رجوع کرتے اور انہیں اپنا وسیلہ اور واسطہ قرار دیتے تھے، ان کی رحلت کے بعد بھی انہیں کو اپنا وسیلہ اور واسطہ قرار دیتے ہیں اور اس سے انکار بے دلیل دعوی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اگر انسان معنوی مقام پر فائز ہونا اور قرب الہی کا حصول چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالح اور وسیلوں اور واسطوں کے ذریعے اپنے مقصد تک پہنچنے کی سعی کرے۔ نماز، روزے، حج اور ان جیسے دوسرے اعمال خدا کی قربت حاصل کرنے کا باعث بنتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح خدا کی توحید، نبوت اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت خدا تک پہنچنے کے اہم ذریعے ہیں۔

خدا کی قربت حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والے اعمال میں سے ایک عمل دعا مانگنا اور اس کے ذریعے خدا سے اپنی مراد حاصل کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف غیر خدا کو پکارنا ہی شرک نہیں ہے بلکہ خدا کی اجازت کے بغیر کسی کو پکارنا ہے یا کسی کو خدا کے مدمقابل قرار دینا اور اس کے لئے مستقل اثر قرار دینا شرک ہے۔ ورنہ اگر دیکھا جائے تو تمام مسلمان اپنے مادی اور غیر مادی مسائل میں غیر خدا سے مدد طلب کرتے ہیں اور کوئی انہیں مشرک نہیں کہتا۔

حدیث میں ہے: "جو کسی مسلمان کی سنے (یا للمسلمین) اے مسلمانو! میری مدد کو پہنچو اور اس کا جواب نہ دے (اس کی مدد نہ

کرے) وہ مسلمان نہیں ہے۔" کیا کسی مسلمان سے التماس کرنا اور اس سے مدد طلب کرنا غیر خدا سے مدد طلب کرنے کے مترادف نہیں ہے کیا مردے سے درخواست کرنا شرک ہے یا تو اس نے غیر خدا سے درخواست کی ھے اور غیر خدا کو واسطہ قرار دیا ہے ؟ اگر ہاں! تو اس شرک کو ثابت کرنے کا معیار اور میزان کیا ہے؟ کیا انسان مرنے کے بعد چونکہ اس کا مادی بدن فنا ہو جاتا ہے، اپنی سمجھ بوجھ کھو بیٹھتا ہے؟ واضح سے بات ہے کہ انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا۔ کوئی مسلمان بھی یوں نہیں سوچتا بلکہ آیات اور روایات کے مطابق انسان مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور پہلے سے زیادہ باشعور ہو جاتا ہے اور چیزوں کو زندہ لوگون سے بہتر سمجھنے لگتا ہے۔

کیا مردے ہماری باتیں نہیں سنتے؟! کیا شیعہ اور اہل سنت کی روایات میں یہ نہیں ہے کہ ہم جب بھی قبرستان جاکر مردوں کو سلام کرتے ہیں وہ ہمارا اسلام سنتے ہیں؟ کیا ہم نماز پڑھتے وقت پیغمبرؐ پر درود و سلام نہیں بھیجتے؟ کیا جنگ بدر کے موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ نے مردوں سے خطاب کرتے ہوئے نہیں فرمایا کہ اب مزہ چکھو اس کا جس کا تم انکار کیا کرتے تھے؟! کیا اس موقع پر لوگوں کے پوچھنے پر کہ: یا رسول اللہؐ کیا وہ سمجھتے ہیں؟ تو رسول اللہؐ نے نہیں فرمایا تھا: جی ہاں! تم لوگوں سے بہتر سمجھتے ہیں؟!

کیا قرآن میں نہیں آیا کہ شہداء زندہ ہیں اور خدا کے یہاں سے اپنی روزی پاتے ہیں؟ کیا فرشتے ہمارا سلام پیغمبرؐ اور آئمہؑ کے حضور نہیں لے جاتے؟!

ان بنیادوں پر کہا جاسکتا ہے کہ عالم برزخ میں مردے مخصوصاً پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام زندہ لوگوں سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں بلکہ عنایت و قدرت الٰہی کے طفیل مزید اونچا مقام رکھتے ہیں؟

کیا پیغمبر اور اولیاء اللہ عالم برزخ میں دعا و مناجات میں مشغول نہیں ہیں؟ کیا پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام عالم برزخ میں لوگوں کے لئے دعا مانگنے پر قادر نہیں؟

یقیناً اگر مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ اور آئمہ علیہم السلام کی شہادت کے بعد ان کے مقام و مرتبہ سے آشنا ہوں گی وان کا جواب مثبت ہوگا کہ وہ (پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام) اپنی امت کے لئے دعا مانگ سکتے ہیں؟! کیا ایسے لوگوں کو مدد کے لئے بلانا شرک ہے؟ اگر عالم برزخ میں ایسے لوگوں کی امداد کے لئے انہیں پکارنا شرک ہے تو پھر جب وہ زندہ تھے تب بھی انہیں مدد کے لئے پکارنا شرک ہونا چاہیے تھا کیونکہ مدد مانگنے والے انسان نے غیر خدا سے مدد مانگی ہے! جبکہ کوئی انسان اس عمل کو شرک نہیں سمجھتا، کیونکہ یہ عمل صرف اس وقت شرک ہوگا جب کوئی شخص کسی زندہ انسان کو خدا کے مد مقابل اور مستقل تصور کرے۔

پس ثابت ہو گیا کہ معیار زندہ یا مردہ ہونا نہیں، بلکہ شرکت کا اصل معیار یہ ہے کہ ا اللہ کہ مقابلہ میں کسی کو اپنا معبود قرار دیئے ہوئے اس سے مخاطب ہوں ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔

واضح ہے کہ کسی فرد یا گروہ کو مشرک کہنا لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اس کے ثبوت کے لئے صحیح معیار یعنی آیات قرآنی اور مستند

روایات کا ہونا لازمی ہے اور مسلمانوں کے ذریعہ انجام پانے والے اعمال کا تعلق شرک کے معیار سے نہیں بلکہ توحید کے معیار سے ہے۔

اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ کسی کو واسطہ قرار دینا ہی شرک ہے اور چونکہ تم شیعہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آئمہ علیہم السلام کو واسطہ قرار دینے کے سبب مشرک سمجھے جاتے ہوں تو اس کا جواب مذکورہ باتوں کی روشنی میں یہ ہے کہ صرف واسطہ قرار دینا ہی شرک نہیں کیونکہ خد نے خود ہی پیغمبروں کو خدا اور انسانوں کے درمیان وسیلہ اور واسطہ قرار دیا ہے اور اگر واسطہ قرار دینا شرک کی نشانی ہے تو خداوند عالم کو اس کے شرک ہونے کا اعلان کرنا چاہیے تھا ۔ واسطے اور وسیلے اسی وقت شرک پر محمول کیئے جاسکتے ہیں جب ان کا مقصد کسی غیر خدا ہستی کو خدا اور معبود قرار دینا ہو۔

عجیب بات ہے کہ بعض لوگ ہر قسم کے توسل کا انکار کرتے ہیں۔ آخر خدا اور انسان کے رابطے کے انکار کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس نظام ہستی میں واسطوں کے علاوہ بھی کسی چیز پر آدمی کی نظر پڑنا ممکن ہے؟ دنیا کے نظام کی بنیاد سبب و مسبّب پر رکھی ہوئی ہے۔ کیا پیغمبر، خدا اور انسان کے درمیان واسطے اور وسیلے کا کردار ادا نہیں کرتے؟ کیا طبیعی اور غیر طبیعی اسباب خود مختلف واسطے نہیں ہیں؟ کیا بیماری کے وقت ہم ڈاکٹر کو علاج کے لئے وسیلہ قرار نہیں دیتے؟ کیا پانی پیاس بجھانے کا واسطہ نہیں ہے؟ کیا کھانا بھوک مٹانے کا ذریعہ نہیں ہے؟ کیا سورج روشنی کا واسطہ نہیں ہے؟ کیا آگ جلانے کا ذریعہ نہیں ہے؟؟

پس توحید اور ایک موحد انسان کے نقطہ نظر کے مطابق تمام واسطے

ایسے وسیلے ہیں جن پر خدا کی طرف سے خاص ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔

"فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ أَحَدًا"[۱]

(پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو)

مندرجہ بالا آیت کسی طرح بھی واسطوں کی نفی نہیں کرتی بلکہ آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں خدا کے سوا کسی کو معبود مت سمجھو اور اگر تم خدا کے علاوہ کسی بھی ہستی کو معبود سمجھنے لگو گے تو یہ عمل توحید کے منافی ہوگا۔ لیکن ایک موحد انسان واسطوں اور وسیلوں کو ہمیشہ مستقل اور معبود مانے بغیر ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب پانی پیاس بجھاتا ہے، یا علاج سے بیماری ختم ہو جاتی ہے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے ہیں تو ہر چند نتیجہ انہی کے وسیلے سے فراہم ہوتا ہے لیکن پس پردہ یہ سب کچھ کرنے والی ہستی اللہ کی ذات ہوتی ہے۔

اگر تمام مسلمان خانہ خدا کے گرد طواف کرتے ہیں، حجرالاسود کو بوسہ دیتے ہیں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر چیزوں کا احترام خود پر واجب قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سنگ و خشت کو پوجتے ہیں بلکہ وہ ان کو خدا تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا فلسفہ بھی یہی تھا۔

اس لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پتھر یا مکان خدا تک رسائی کا

۱۔ جن: ۱۸

وسیلہ اور ذریعہ ہوسکتا ہے تو کیا پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی خدا تک رسائی کا وسیلہ نہیں ہوسکتی؟ اسی لئے کسی بھی انسان، غیر انسان، دعا، فطری عمل، مردہ اور زندہ شخص کو وسیلہ قرار دینا صرف اسی وقت شرک قرار پائے گا جب ہم انہیں معبود مان لیں۔ لیکن اگر ہم اس عقیدے کے ساتھ ان سے استفادہ کریں کہ خداوند تعالی نے ہماری ضروریات پوری کرنے کے لئے انہیں بنایا ہے تو اس صورت میں چونکہ ان سے استفادے کے وقت ہم انہیں صرف خدا تک رسائی کا وسیلہ سمجھتے ہیں، اس لئے ہمارا یہ عمل عین توحید ہے۔

اگر ہم قرآن، اسمائے الٰہی، نماز اور حج جیسے اعمال سے متوسل ہوتے ہیں تو یہ عین توحید ہے۔ کیونکہ اس کا حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ان جیسے اعمال کا شمار توحید میں ہوتا ہے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجسم، اسمائے الٰہی، نماز، نیکیوں، رسول اللہ ؐ، حضرت علی علیہ السلام اور ان کی آل سے توسل بھی عین توحید ہے جس سے انکار کا مطلب توحید کا انکار کرنا ہے۔ بلکہ عقیدہ توحید سے ایک طرح کا انحراف ہے۔

لہٰذا شرک کا واحد معیار یہ ہے کہ ہم کسی اور ہستی کو خدا کے اوصاف اور تقدس میں شریک ٹھہرائیں۔ اگر ہم ہر طرح کے توسل کو شرک سمجھنے لگیں گے تو دنیا میں ہمیں موحد ڈھونڈنے سے نہ ملے گا، حتی کہ وہ لوگ بھی کہیں نہ کہیں پر (ان کے بقول) شرک کے مرتکب نظر آئیں گے جو توسل کو شرک سمجھتے ہیں۔

یہاں ہم یاد دلاتے چلیں کہ گذشتہ چند برسوں میں اہل سنت نے ایک ایسی چیز (توسل) کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے ایک ایسے موضوع (توسل) کے خلاف کتابیں اور تحریریں منظر عام پر لانے کو فروغ دیا ہے جو خود ان کے اپنے باپ دادا کے ہاں ملتا ہے۔ اہل سنت کے علماء ہر دور میں اس توسل کو مشروع اور جائز خیال کرتے ہوئے اس کی مخالفت کو نادرست تصور کرتے تھے۔ اس بات کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ہم اہل سنت کے علماء میں سے چند ایک کے بیانات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین پر اہل سنت کے دو ادوار میں دو نظریے کا وجود ثابت ہو جائے اور آخر میں فیصلے کا حق بھی ہم قارئین ہی کو دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

(عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ)[۱]

ترجمہ: میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے، اس کا اتباع کرتے ہیں۔

توسل، شیعہ، سنی علماء اور دانشوروں کی نظر میں

توسل کے بارے میں شیعی نقطہ نظر صاف ظاہر ہے کیونکہ اہل شیعہ ہر طرح اور متفقہ طور پر توسل کو شرعی حوالوں سے درست تصور کرتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وسیلے کو معبود نہ بنا دیا جائے۔ اہل سنت کی رائے بھی یہی ہے اگرچہ اختلافات پیدا کرنے والے چند گروہ

۱۔ زمر: ۱۷ اور ۱۸

بالخصوص وہابیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح شیعہ اور اہل سنت کے مشترکہ عقائد میں کوئی نہ کوئی اختلافی پہلو تلاش کریں۔ اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے یہاں ہم اہل سنت کے چند نظریات کا پیش کرتے ہیں:

دیوبندی علماء کا نظریہ:

ہندوستان میں حنفی مذہب سے تعلق رکھنے والے مسلمان دو ذیلی گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں جو اپنے اعتقادی نقطہ ہائے نظر سے ایک دوسرے سے کافی حد تک مختلف ہیں۔ یہ دو گروہ یا فرقے دیوبندی اور بریلوی مسلمان ہیں۔ بریلوی فرقے کا تعلق ہندوستان کے شہر بریلی سے ہے اور ان کے رہبر کا نام مولانا احمد رضا خان ہے جنہوں نے اس مذہب کی بنیاد ڈالی۔

دیوبند بھی ہندوستان کے ایک شہر کا نام ہے جہاں ایک اسلامی دار العلوم کی بنا ڈالی گئی جن سے متعلق لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

یہ دونوں گروہ شروع شروع میں ایک دوسرے کے نزدیک تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں کئی اعتقادی اختلافات پیدا ہوگئے یہاں تک کہ آج دیوبندی بریلویوں کو مشرک اور بریلوی دیوبندیوں کو وہابی کہہ کر بلاتے ہیں اور دونوں فرقے اپنے بچاؤ کے لئے دلایل پیش کرتے ہیں۔

بریلوی فرقے کے عقائد میں سے چند ایک جیسے غیبی علم، پیغمبر اکرمؐ بطور مفتاح (افتتاح کرنے والا) علم غیب، پیغمبرؐ کا حاظر و ناظر ہونا، آپؐ

کا سراپا نور ہونا، اولیاء اللہ سے مدد مانگنا، قبروں کا طواف وغیرہ کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

ان دو گروہوں میں سے کس کے پیروکار زیادہ ہیں۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان، ہندوستان اور ایران کے اکثر اہل سنت دیوبندی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سرزمین حجاز پر وہابیت کے پھیلاؤ کے بعد انہوں نے بعض اسلامی ممالک بالخصوص برصغیر ہند و پاک سے تعلقات پیدا کئے۔ جس زمانے میں عثمانیوں اور وہابیوں کی مدد کرنے کے جرم میں خاندان شریف حرمین سے باہر نکالا گیا تو احمد رضا خان نے علمائے حرمین کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کوشش کی کہ دیوبندیوں کو وہابی ثابت کریں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دیوبندیوں پر ستر (۷۰) اعتراضات کئے اور ان کے کافر ہونے کا فتوا جاری کر دیا۔ اس کے جواب میں دیوبندیوں نے بھی ایک خط تحریر کیا جس میں انہوں نے احمد رضا خان کی باتوں کو الزامات قرار دیتے ہو لکھا کہ وہ وہابی نہیں بلکہ امام اعظم کے مذہب کے مقلدین اور پیروکار ہیں۔ اس خط میں انہوں نے ان کے ۱۲۶ اعتقادی سوالوں کے جواب بھی دیئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے یہ خط علمائے حرمین کو بھیجا جس کی علمائے حرمین نے تائید کی۔ یہ خط اپنے تمام سوالات اور ان کے جوابات کے ساتھ "المھند علی المفند "کے عنوان سے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اہل سنت کے عقائد اور نظریات کے بارے میں لکھی جانے والی یہ سب سے بہترین تحریر ہے کیونکہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان پیدا ہونے والا اعتقادی جھگڑا اس بات کا سبب بنا کہ یہ دونوں گروہ اپنے نظریات واضح طور پر بیان کریں اور اپنے وہابی ہونے سے صاف انکار کریں۔

چابہار کے اہل سنت عالم نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان دو فرقوں کے نظریاتی اختلافات کا مطالعہ اس کتاب میں کیا جاسکتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا یہ جائز ہے کہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد بھی ہم اپنی دعاؤں میں ان سے متوسل ہوں، کتاب المھند علی المفند میں یوں تحریر ہے:

(عندنا و عند مشایخنا یجوزالتوسل فی الدعوات بالانبیاء و الصالحین من الاولیاء و الشہداء و الصدیقین فی حیاتھم و بعد وفاتھم بان یقول فی دعائہ اللھم انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی و تقضی حاجتی الی غیر ذلک کما صرح بہ شیخنا و مولانا الشاہ محمد اسحق الدھلوی و بینہ فی فتاواہ شیخنا و مولانا رشید احمد الگنگوھی...)

ترجمہ: ہمارے بزرگوں کی نظر میں دعا مانگتے وقت پیغمبروں علیہم السلام، اولیاء اللہ، شہداء اور سچے لوگوں سے ان کی زندگی اور موت کے بعد متوسل ہونا جائز ہے اس طرح کہ اے خدا میں تیرے فلاں پیغمبر یا نیک بندے کے توسط سے تجھ سے متوسل ہوتا ہوں تاکہ تو میری دعا اور میری حاجت پوری کردے۔ اس نظریے کی مولانا محمد

اسحاق دہلوی نے تصریح کی ہے اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے اسے اپنے فتاوی میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔

اس نظریے کا بیان روایت میں بھی آیا ہے۔

اس کتاب میں اہل سنت کے بعض عقاید انتہائی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے درج ذیل کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ رسول اللہ ؐ کی زیارت انتہائی بلند درجات اور ثواب کثیر کی حامل ہے اور تقریباً کہا جاسکتا ہے کہ واجب ہے۔ لہذا کسی ایسے شخص کے بارے میں جو صرف اور صرف پیغمبرؐ کی زیارت کے لئے مدینہ گیا ہو اور اس کے علاوہ اس کوئی اور مقصد نہ ہو، پیغمبرؐ نے فرمایا:

(مجھ پر قیامت کے دن ایسے کی شفاعت واجب ہے)[1]

۲۔ وہ زمین جہاں حضورؐ کا جسد مبارک دفن ہے، مطلق افضل ہے اور حتی عرش و کرسی سے بھی برتر ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہنا جائز ہے کہ: یا رسول اللہؐ میری بخشش اور مغفرت کے لئے میری شفاعت کیجئے؛ یا میں آپؐ سے متوسل ہو کر مسلمان مرنا چاہتا ہوں۔

۳۔ ابوہریرہ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ آکر حج کے ارکان انجام دیں گے اور میری قبر پر آکر مجھے سلامی دیں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

۱۔ ایضاً

فطری امر ہے کہ سلام کا جواب اسی وقت دیا جاسکتا ہے جب کوئی سلام سننے پر قادر ہو۔

۵۔ تمام پیغمبر علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اپنے اپنے مادی اجساد کے ساتھ زندہ ہیں اور نماز، روزہ وغیرہ جیسے اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس لئے بعض لوگوں کے مطابق ان کی میراث تقسیم کرنا جائز نہیں اور ان کی بیویوں سے شادی کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اہل سنت اور ان کے مشائخ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دعا مانگتے وقت انسان کا رخ روئے مبارک پیامبرؐ کی طرف ہو۔

۶۔ دیوبندی بزرگوں کے مطابق حضورؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور نزدیک سے دیئے جانے والے سلام کو سنتے ہیں اس کے علاوہ دور سے دیئے جانے والے سلام کو بھی فرشتے ان تک لے جاتے ہیں، اس لئے وہ ایسے سلام بھی سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؐ کی امت کے اعمال کی خبریں بھی فرشتے آپؐ تک پہنچاتے ہیں لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ چند برسوں میں کچھ لوگ دعوی کرنے لگے ہیں کہ سلام اور نماز کا ثواب حضورؐ تک نہیں پہنچتا، تو ہمیں مان لینا چاہیے کہ یہ امت مسلمہ کے اجماع کے خلاف ہے...)[1]

بعض دیگر علمائے اہل سنت کے بیانات:

نورالدین سہودی لکھتے ہیں:

۱۔ کتاب المہند علی المفند۔

پیغمبرؐ سے متوسل ہونا، شفاعت مطلب کرنا اور استغاثہ کرنا اور خدا کی بارگاہ میں ان کے ذریعہ برکت
طلب کرنا انبیاء اور صالح اسلاف کی سیرت دور میں ہے حضورؐ کے اس دنیا میں آنے سے پہلے یا اس کے بعد اور حتی ان کی حیات دنیوی کے دوران اور عالم برزخ میں انجام دیا جاتا تھا۔ پس توسل کا عمل کسی بھی وقت صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث غار میں ہے: پیغمبر اسلام ﷺ سے متوسل ہونا اولی ہے...)[1]

ڈاکٹر عبدالملک سعد لکھتے ہیں: جب بھی کوئی شخص کہے:

اللھم انی توسلت الیک بجاہ نبی او صالح؛ کسی کو اس عمل کے جائز ہونے میں شک نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہاں متوسل ہونے والے کی ذات مراد نہیں بلکہ خدا کے سامنے اس کے مقام اور مرتبے سے متوسل ہوا جارہا ہے جو اس کے صالح اعمال کا ماحصل ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں خداوند تعالی کا قول ہے:

(وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا)[2] اور (وہ) خدا کے نزدیک آبرومند تھا..."

قسطلانی کہتے ہیں:

رسول اللہؐ کے زائر کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دعا مانگے، عاجزی کا اظہار کرے، استغاثہ کرے، شفاعت طلب کرے اور حضورؐ کی

۱۔ وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۳۷۲

۲۔ احزاب: ۶۹

ذات گرامی سے متوسل ہونے کی کوشش کرے۔[۱]

زرقانی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ... لازمی ہے کہ پیغمبر کی ذات گرامی سے متوسل ہوا جائے کیونکہ آپ ؐ سے متوسل ہونا گناہوں کے پہاڑ کے ٹوٹنے (اور ان کے ذروں میں تبدیل ہو کر ختم ہو جائے کا باعث ہے...

ابن الحاج ابو عبیداللہ عبدری مالکی کہتے ہیں: اگر ہم کسی ایسے مردے کی زیارت کو جارہے ہیں جس سے برکت کی امید ہے، تو چاہیے کہ ہم اس سے متوسل ہو جائیں اور پیغمبرؐ ان میں سر فہرست ہیں۔[۲]

حسین بن علی سقاف شافعی کہتے ہیں: عظیم انسان (حضرت محمدؐ اور ظلمتوں کے چراغ) سے استغاثہ کرنا، شفاعت طلب کرنا اور متوسل ہونا ایسے مستحب امور میں سے ہے جن پر کافی تاکید کی گئی ہے، خصوصاً پریشانیوں کی حالت میں۔ اہل عمل علماء، اولیائے اہل عبادت اولیاء، بزرگ محدثین اور پہلے کے رہنماؤں کی سیرت کچھ ایسی ہی تھی (یعنی وہ بھی یہی روش اختیار کرتے تھے)

نووی اپنی چند کتابوں میں توسل کے مستحب ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔[۳]

غماری اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ البدعۃ فی مفھومھا الاسلامی، ص ۴۵

۲۔ المدخل، ج ۱، ص ۲۵۴

۳۔ حاشیہ الایضاح علی المناسک، ص ۴۵۰ اور ۴۹۸؛ شرح المہذب (المجموع) ج ۸، ص ۲۷۴؛ شرح الاذکار، باب اذکار الحج، ص ۳۰۷

توسل شافعی مذہب میں مستحب اور دیگر مذاہب (جیسے حنبلی، حنفی، مالکی وغیرہ) میں جائز اور اچھا سمجھا جاتا ہے۔[۱]

ابن حجر مکی، شافعی کے یہ دو اشعار جن میں شافعی کے پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ سے متوسل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، نقل کرتے ہیں:

آل نبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی

ارجوبھم اعطواغداً بیدی الیمین صحیفتی[۲]

زینی دحلان کہتے ہیں: جو بھی شخص پہلے کے لوگوں کے اذکار اور دعاؤں اور ورد کا مطالعہ کرے گا، ان میں مقدس شخصیتوں سے توسل کے کافی اثرات پائے گا۔ اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا یہاں تک کہ اس سے انکار و کرنے والے (وہابی) آئے اور اگر ہم توسل کے نمونے جمع کرنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی ...[۳]

علامہ امینی توسل کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: توسل کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ایک انسان بعض مقدس شخصیات کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے خدا سے نزدیک ہو جائے اور انہیں اپنی حاجات پوری ہونے کا ذریعہ قرار دے، کیونکہ یہ مقدس شخصیات خدا کے نزدیک آبرو رمند والے ہیں۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ انسان ان مقدس شخصیات کو براہ راست حاجتوں کے پوری ھونے میں دخیل قرار دے رہا ہے صفات میں شریک ٹھہرا کر یہ سمجھے کہ اس کی

۱۔ غماری، مقدمہ ارغام المبتدع الغبی بجواز التوسل بالنبی۔
۲۔ صواعق الحرقۃ، ص ۱۸
۳۔ زینی دحلان، الدرالسنیہ، ص ۳۱

حاجات وہی شخصیات پوری کرتی ہیں ۔ بلکہ انسان ان شخصیتون کو خیر و برکت کا سر چشمہ اور خدا اور اس کے بندون کے درمیان وسیلہ سمجھتے ہیں پس اگر انسان کا عقیدہ یہ ہو کہ پوری دنیا میں لوگوں کی حاجات پوری کرنے والی واحد ہستی خداوند تعالی کی ہے اور ان تمام لوگوں کا ماننا بھی یہی ہے جو اس عظیم ذات سے متوسل ہوتے ہیں، تو پھر یہ عمل کس طرح توحید کے منافی ہو سکتا ہے؟...[۱]

پیغمبرؐ کی برزخی حیات کے دوران ان سے متوسل ہونا:

مسلمان نہ صرف اس عمل (توسل) کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ ان میں اس کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے برعکس، وہابیوں کا خیال ہے کہ یہ عمل جائز نہیں ہے اور وہ اسے حرام تصور کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ جو توسل کے مخالفین کا سربراہ ہے اور وہابیت نے اپنے اکثر افکار اسی سے لئے ہیں، کہتا ہے: توسل؛ یعنی انسان پیغمبرؐ خدا سے اپنے لئے دعا کا خواہاں ہو؛ جس طرح تم کسی انسان سے کہتے ہو: میرے لئے دعا کیجئے، جس طرح اصحاب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے دعا کے التماس کرتے۔ لیکن یہ امر صرف زندہ موارد کے لئے صحیح اور مشروع (شریعت کے اعتبار سے درست) ہے، مرنے والے انبیاء اور صالحین

۱۔ الغدیر، ج ۳، ص ۴۰۳

سے متوسل ہونا ٹھیک نہیں...[۱]

بیان شدہ مطالب کے پیش نظر اس عقیدہ کا فاسد اور باطل ہونا واضع ہو جاتا ہے کیونکہ ہمارے پاس ایسی روایات بلکہ آیات موجود ہیں جو توسل کے درست ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ ہم روایات کا تذکرہ کر چکے ہیں، اب یہاں چند آیات پیش کرتے ہیں:

۱۔ خداوند تعالی فرماتا ہے:

(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا)[۲]

ترجمہ: اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتا تو یہ خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔

۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا اپنے باپ سے متوسل ہونا تاکہ وہ (حضرت یعقوب علیہ السلام) ان کے کئے ہوئے گناہوں کے لئے خدا سے ان کی بخشش کی دعا کریں: (قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ)[۳]

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا بابا جان آپ ہمارے گناہوں کے لئے

۱۔ زیارۃالقبور، ص ۲۴اور ۲۵

۲۔ نساء: ۶۴

۳۔ یوسف: ۹۷

استغفار کریں ہم یقیناخطاکار تھے۔

مندرجہ بالا آیت میں اپنے والد کو مخاطب کیا گیا ہے اور یہ ان لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کسی کو مخاطب قرار دے کر بخشش کی دعا مانگنا شرک ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت میں اپنے والد کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر خدا اور اپنے درمیان کسی کو وسیلہ یا واسطہ قرار دینا غلط ہوتا تو حضرت یعقوب فرماتے: "تم خود براہ راست خدا سے اپنی بخشش کی دعا کرو۔" جس طرح آج کل کے بعض وہابی زدہ لوگ کہتے ہیں۔

ممکن ہے اعتراض کرنے والے یہ کہیں کہ ان آیات کا تعلق حضورؐ کی دوران حیات سے تھا۔ لیکن ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ اگر یوں مان لیا جائے تو وہ تمام آیات بھی اس زد میں آجائیں گی جن میں حضورؐ کی موجودگی میں شرعی عقائد اور احکام کا بیان ہوا ہے اور ہمیں کہنا پڑے گا کہ ان عقائد اور احکام کا تعلق صرف حضورؐ کے اپنے زمانے سے تھا، جبکہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ ہم کس بنیاد پر یہ ادعا کر سکتے ہیں کہ ان آیات کا تعلق حضورؐ کے اپنے زمانے سے تھا؟ کیا قرآن میں کہیں پر یہ ذکر آیا ہے کہ زندہ انسان سے توسل جائز ہے اور مردہ آدمی سے جائز نہیں؟ کیا جواز یا عدم جواز اور توحید یا شرک کا معیار زندہ یا مردہ ہونا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس بات کو بھی صحیح ماننا پڑے گا کہ اگر کوئی کسی زندہ شخص سے متوسل ہو کر اسے خدائی صفات کا مالک سمجھے **(نعوذ باللہ)** یعنی یوں سوچنے لگیں کہ وہی تمام مرادیں برلاتا ہے،

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ کوئی مسلمان اس عمل کی تائید نہیں کرتا اور اسے بہ غیر شرعی اور شرک قرار دیتا ہے۔

اس کے علاوہ تنقیح مناط اور اخذ معیار کے تحت ان حضرات کی وفات کے بعد پر بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ انسان ہر دور میں گناہوں کا اسیر رہا ہے اور اسے اپنے گناہوں کی معافی کے لئے کسی نہ کسی وسیلے کی ضرورت رہی ہے تاکہ اس کا یہ واسطہ یا وسیلہ خدا کے حضور اس کے لئے طلب مغفرت کرکے اسے گناہوں سے نجات دلائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت کے بعد بھی مذکورہ آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے ان سے طلب مغفرت کرتے تھے۔ یہ مطلب مزید واضح اس وقت ہوگا جب ہم عالم برزخ پر ایمان رکھتے ہوئے یہ اقرار کریں کہ عالم برزخ اور اس دنیا کے درمیان ایک رابطہ قائم ہے۔

بیہقی اور ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں: دوسرے خلیفہ کے زمانہ خلافت میں شدید خشک سالی آئی۔ حضورؐ کے صحابی بلال بن حرث رسولؐ کی قبر مبارک کے پاس گئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ مرنے کے قریب ہیں۔ رسول اللہؐ نے عالم خواب میں ان کے جواب میں فرمایا: جلد ہی وہ سیراب ہوجائیں گے۔[1] اس حدیث میں بلال کے پیغمبرؐ کی دعا سے متوسل ہونے کا بیان آیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

رسول اللہؐ کی وفات کے تیسرے دن ایک آدمی مدینے میں داخل

۱۔ زینی دحلان، الدرر السنیہ، ص ۱۸

ہوااور خود کو رسولؐ کی قبر مبارک پر گرا کر قبر مبارک کی مٹی سر پر ڈالی اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ ! آپؐ نے کلام فرمایا، ہم نے آپ کا فرمان سنا، آپؐ کی باتیں خدا کی طرف سے تھیں، ہم نے ان کی اطاعت کی۔ آپؐ پر نازل ہونے والی آیات میں سے ایک آیت ہے۔

(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا)[1]

ترجمہ: اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتا تو یہ خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔

میں نے بھی خود پر ظلم کیا ہے۔ اب آیا ہوں کہ آپؐ میرے لئے استغفار کی دعا کیجئے۔ قبر کے اندر سے صدا آئی کہ بیشک تو بخش دیا گیا۔[2]

توسل کے جائز اور شرعی ہونے کی دلیل:

توسل کے جائز اور شرعی ہونے کو مزید واضح کرنے کے لئے مذکورہ دلائل کے علاوہ یہاں ہم چند اور دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ سمہودی لکھتے ہیں: پیغمبر اسلامؐ نے فاطمہ بنت اسد کی تدفین کے بعد فرمایا:

۱۔ نساء: ۶۴

۲۔ الروض الفائق، ص ۳۸۰، وفاء الوفاء، ج ۴، ص ۱۳۹۹؛ المواہب اللدنیہ، ج ۴، ص ۵۸۳؛ صالح الاخوان، ص ۵۴۰؛ مشارق الانوار، ج ۱، ص ۱۲۱

اللہ الذی یحیی ویمیت... اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الاذین من قبلی [۱]

خدا ہی کی ذات مردہ اور زندہ کرتی ہے۔ اے خدا! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے (چونکہ جناب فاطمہ بنت اسد نے پیغمبرؐ کے بچپن کے زمانے میں ان کی بڑی مدد کی تھی، اس لئے حضورؐ نے احتراماً انہیں ماں سے یاد کیا ہے) اور اپنے پیغمبرؐ اور مجھ سے پہلے کے دوسرے پیغمبروں کے واسطے ان کا مقام بلند تر کر دے۔

۲۔ اہل سنت کے ماہرین حدیث ترمذی اور ابن ماجہ، عثمان ابن حنیف سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نابینا شخص حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا سے دعا کیجئے کہ خدا مجھے شفاء عنایت فرمائے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: تو چاہے تو صبر کر کہ اسی میں تیری بھلائی ہے اور چاہے تو میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کیا: دعا کیجئے۔ حضورؐ نے اسے وضول کرنے کا حکم فرمایا اور اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں یہ دعا پڑھی:

(اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ، یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی لیقضیھا، اللھم شفعہ فی) [۲]

ترجمہ: اے خدا! میں تیری بارگاہ میں درخواست لایا ہوں اور تیری طرف توجہ کر رہا ہوں کرنے رحمتوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے! اے محمدؐ! میں آپؐ کے توسط سے اپنے رب سے بارگاہ میں اپنی

۱۔ وفاء الوفاء، ج ۳، ص ۸۸۹

۲۔ سنن ترمذی ''الدعوات''، باب ۱۱۸، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ، باب ۱۸۹

امیدوں کے پوری ہونے کے لئے متوجہ ہو تاکہ آپ ؐ میری حاجت برلائے۔ اے خدا! میرے لئے ان کی شفاعت کی درخواست منظور کر لے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر ؐ سے متوسل ہونا اور مدد مانگنا نہ صرف شرعی لحاظ سے جائز ہے بلکہ یہ ایک مستحب عمل بھی ہے اور ایسی دعا اور توسل کا تعلق صرف حضور ؐ کے زمانے سے نہیں ہے بلکہ تمام زمانوں سے ہے۔ اگر توسل ایک جائز عمل نہ ہوتا تو حضورؐ ایسی دعا نہ فرماتے اور توسل کی درخواست لے کر آنے والے اس اندھے انسان کو منع کرتے ہوئے فرماتے: تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔ جاؤ اور خدا سے براہ راست دعا کرو کیونکہ غیر خدا سے متوسل ہونا شرک ہے۔ جبکہ ہم نے دیکھ لیا کہ حضورؐ نے نہ صرف اس اندھے آدمی کو اس کام سے روکا نہیں بلکہ اسے توسل کا طریقہ بھی سکھایا۔ پس ایسا توسل آنخضرتؐ کی رحلت کے بعد کے زمانوں کے لئے بھی جائز ہے اور اس کے نہ ماننے کی کچھ نہیں وجہ ہو سکتی۔

۳۔ طبرانی اپنی کتاب المعجم الکبیر میں عثمان بن حنیف سے صحیح سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک شخص اپنی حاجت پوری ہونے کے لئے بار بار عثمان بن عفان کے پاس جاتا تھا لیکن وہ اس کی حاجت پوری کرنے سے دریغ کرتے تھے۔ ایک دفعہ راستے میں اس شخص کی ملاقات عثمان بن حنیف — یعنی اس واقعے کے راوی — سے ہوئی اور اس نے عثمان بن حنیف سے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ عثمان بن حنیف نے جواب دیا: پانی کا انتظام کرو اور وضو کرو، اس کے بعد مسجد

جا کر دو رکعات نماز ادا کرو اور اس کے بعد پیغمبرؐ کو واسطہ اور وسیلہ قرار دیتے ہوئے کہو:

اللھم انی اسالک و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة، یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فتقضی لی حاجتی۔

اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرو۔ عثمان بن حنیف کہتے ہیں: مذکورہ شخص نے وہ اعمال انجام دیئے اور اس کے بعد عثمان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ دربان فوراً آیا اور اسے عثمان بن عفان کے پاس لے گیا۔ عثمان بھی اس کے ساتھ کافی اچھی طرح پیش آئے۔

اس کے بعد اس کی حاجت پوری کی اور اس سے کہا:

میں ابھی ابھی تمہاری ضرورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آج کے بعد جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو میرے پاس چلے آنا... جب اس آدمی نے سارا واقعہ عثمان بن حنیف کو کہہ سنایا تو انھوں نے کہا: یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا تھا بلکہ ایک دن پیغمبرؐ کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اپنے اندھے پن کی شکایت کی اور حضورؐ سے چاہا کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ اندھے کو شفا ملے۔

حضورؐ نے پہلے تو اسے صبر کرنے اور اس ارادے سے باز رہنے کے لئے کہا لیکن جب وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا تو حضورؐ نے اسے یہی عمل کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا اور اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جیسے:

حاکم نیشاپوری،[۱] ابن عبدالبر،[۲] ابونعیم اصفہانی،[۳] ذہبی،[۴] حافظ ہیثمی،[۵] متقی ہندی[۶] اور دیگر۔

۴۔ مستدرک[۷] میں حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم کے مرتکب ہوئے تو فرمایا:

یا ربی اسئلک بحق محمد لما غفرت لی، فقال: یا آدم کیف عرفت؟ قال: لانک لما خلقتنی نظرات الی العرش و وجدت مکتوباً فیہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فرایت اسمہ مقروناً مع اسمک، فعرفتہ احب الخلق علیک۔

ترجمہ: اے خدا! میں تجھے محمدؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے گناہ بخش دے، پھر فرمایا: اے آدمؑ تو نے اسے کیونکر پہچان لیا؟ کہا: جب تو نے میری تخلیق کی تو میں نے عرش کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا، لکھا ہوا دیکھا کہ: خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اس لئے اس کے نام کو تیرے نام کے ساتھ لکھا دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ تمام مخلوقات میں تیرا سب سے پسندیدہ اور محبوب ہے۔

۵۔ احمد بن حنبل روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مسروق نے عائشہ سے کہا: میں آپ کو اس صاحب قبر (رسول اللہؐ کی قبر مبارک)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۸

۲۔ الاصابہ، ج ۴، ص ۳۸۲

۳۔ حلیۃ الاولیاۃ، ج ۳، ص ۱۲۱

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۱۸، رقم ۷

۵۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۵۶

۶۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۶۳۶، ج ۸، ص ۳۷۶

۷۔ مستدرک، ج ۲، ص ۶۱۵

کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تو نے رسولؐ سے خوارج کے بارے میں کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

انهم شر الخلق و الخليقه يقتلهم خير الخلق و الخليقه و اقربهم عند الله وسيلة۔[۱]

ترجمہ: خوارج خدا کی مخلوقات میں سے سب سے بدترین مخلوق ہے جو اس کی سب سے بہترین مخلوق کے ہاتھوں قتل کئے جائیں گے۔ ان لوگوں کے ذریعے جو خدا کے حضور لوگوں کے سب سے نزدیک ترین واسطے اور وسیلے ہیں۔

۶۔ دارمی اپنی کتاب سنن میں ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں: مدینہ میں شدید خشک سالی آئی۔ چند لوگ عائشہ کے پاس آئے اور اس سے شکایت کی۔انھوں نے کہا: پیغمبرؐ کی قبر مبارک کی طرف جاؤ اور وہاں سے آسمان کی طرف کوئی کھڑکی کھول دو (یعنی خدا تک رسائی کا کوئی راستہ تلاش کرو) تاکہ آپؐ کی قبر مبارک اور آسمان کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خداوند تعالی نے حضورؐ سے متوسل ہونے کی برکت سے انہیں موسلادھار بارش سے نوازا یہاں تک کہ سبزے اگ آئے اور اونٹ صحت مند ہوگئے...[۲]

حدیث کی سند میں سعد بن زید کا نام ھے جو البانی کے عقیدے سے موافقت نہیں رکھتا تھا اسی لئے، کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص ۱۴۰

۲۔ سنن دارمی، ج۱، ص ۴۳

ہے حالانکہ سعید بن زید کا تعلق صحیح مسلم کے رجال سے ہے اور یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ اسی طرح بخاری، ابن سعد، عجلی، ابوزرعہ، ابو جعفر دارمی اور اہل سنت کے بعض دیگر لوگ اس کی توثیق کرتے ہیں۔[۱]

۷۔ قسطلانی نقل کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک عرب حضورؐ کی قبر مبارک کے پاس گیا اور عرض کیا: اے خدا! تو نے کہا کہ ہم غلاموں کو آزاد کریں، یہ تیرا حبیب ہے اور میں غلام، پس اپنے حبیب اور پیغمبرؐ کے واسطے مجھے جہنم کی آگ سے آزاد فرما۔ غیب سے آواز آئی: اے شخص! تو نے جہنم سے آزادی کی دعا صرف اپنے لئے کیوں مانگی اور باقی مومنین کے لئے کیوں نہیں مانگی، جا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔[۲]

توسل سے ممانعت، بنو امیہ کی بدعت:

حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ذریعہ داود بن ابی صالح سے یوں نقل کرتے ہیں: ایک دن مروان رسول اللہؐ کے روضہ مبارک میں داخل ہوا۔ اس کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو اپنا چہرہ (پیشانی) حضورؐ پر کی قبر پر رکھے ھوئے تھا۔ مروان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے اپنا سر اٹھایا۔ مروان نے دیکھا کہ ابوایوب انصاری ہیں۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۹

۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیۃ، ج ۴، ص ۵۸۴

انہوں نے مروان کے جواب میں کہا: ہاں، مجھے معلوم ہے میں کیا کر رہا ہوں! میں یہاں ان پتھروں کے لئے نہیں آیا بلکہ رسول اللہؐ کے لئے آیا ہوں۔ پھر انہوں نے رسول اللہؐ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں: "اگر کوئی قابلیت رکھنے والا دین کا حاکم مقرر ہو تو مت رونا، بلکہ اس وقت دین پر رونا جب کوئی نااہل دین کا حاکم بن جائے"۔[1]

مذکورہ بیانات کو اہل سنت کی بیان کردہ آیات، روایات اور اہل سنت کے عظیم علما کا رونا اقتباس کہا جاسکتا ہے تاہم جس کے ذریعہ ہر مذہب کے پیروکارون پر دلیل و حجت تمام ہو جاتی ہے ہر چند بعض افراد ان حقائق کو سننا اور قبول کرنا گوارا نہیں کرتے۔ اگر شارع مقدس کسی آیت یا روایت میں یہ کہے کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے متوسل نہیں ہونا چاہیے جو اب زندہ نہیں ہیں، تو پھر حجت تمام جاتی۔ لیکن اب ہمارے پاس ایک تو توسل کی نفی کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے پر دلیل موجود ہے۔ اگر قیامت کے دن خدا توسل کے منکر لوگوں سے پوچھے کہ تم نے کس آیت یا روایت کی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی پاک روحوں سے متوسل ہونے کا انکار کیا تو یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

اسی لئے لازمی ہے کہ کسی عقیدے یا قرآن و سنت پر کسی عمل کو

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۶۵۰، حدیث ۸۵۷۱؛ شفاء السقام، ص ۱۵۲؛ وفاء الوفا، ج ۴، ۱۳۵۳ اور ۱۴۰۴؛ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۲

صحیح یا غلط قرار دینے کے لئے ہمیں اس مذہب کے علماء کی طرف رجوع کرنا اور انہیں معیار قرار دینا چاہیے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں کافی چوری کوئی بھی شخص ایسی دقیق اور نازک بحثوں میں پڑ نہیں سکتا ورنہ اس صورت میں اس مذہب کے پیروکاروں پر ان بحثوں کے نامطلوب اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اہل سنت کے مصنفین کو چاہیئے کہ وہ حنفی اور اشعری مذاہب کے فقہی اور عقیدتی حدود کو آپس میں خلط ملط کرنے سے باز رہیں۔ اس کے علاوہ ان کے علماء، مفکرین اور اہل سنت کی مذہبی بنیادوں سے واقف لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس بات کی اجازت نہ دیں کہ ایک محدود علم رکھنے والے چند لوگ حساس مذہبی اور دینی مسائل میں اپنی ناقص رائے اور نظر کا اظہار کریں۔ حنفی فقیہہ (ابن عابدین) کے بقول کوئی مفکر عالم اور مجتہد کسی مسلمان کے کفر کا فتوی جاری نہیں کرتا۔

توسل کا انکار کرنے والوں سے چند سوال:

اگر توسل ایک غیر شرعی امر یا بدعت یا شرک ہے تو اس صورت میں:

۱۔ ماضی کے بہت سے علماء کو، جنہوں نے اہل سنت فرقے کی بنیاد ڈالی، مشرک قرار دینا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ ہم نے دیکھا وہ لوگ توسل کو جائز سمجھتے تھے۔

۲۔ پیغمبر اسلام ﷺ سے متوسل ہونے والے صحابیوں کو مشرک قرار دینا چاہیے۔ کیا ابوایوب انصاری پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک سے

متوسل نہیں ہوئے؟ کیا عمر بن خطاب حضرت محمدؐ کے چچا سے متوسل نہیں ہوئے؟

۳۔ اگر توسل شرک ہے تو قرآن میں کس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے بارے میں آیا ہے کہ وہ اپنے والد کے پاس گئے اور اپنے والد کو خدا اور اپنے بیچ واسطہ قرار دیا؟ اس کا مطلب ہے کہ قرآن نے شرک کا حکم دیا ہے؟ (نعوذ باللہ)!

۴۔ اگر توسل شرک ہے تو پھر پیغمبرؐ کو چاہیے تھا کہ رجوع کرنے والے گناہگاروں کو اس عمل سے روکتے ہوئے فرماتے: کسی واسطے کے بغیر خدا سے مانگو!

۵۔ اگر توسل شرک ہے تو پیغمبر اسلام ﷺ کے ایک صحابی بلال بن حرث کس لئے حضور اکرمؐ کی قبر مبارک پر گئے اور آپؐ سے بارش کا سوال کیا۔ آخر کیا وجہ تھی کہ انہوں نے کسی کو وسیلہ بنائے بغیر براہ راست خدا سے اس بارے میں سوال نہیں کیا؟

۶۔ اگر توسل کی ممانعت کی گئی ہے تو پھر حضورؐ نے کس لئے جناب فاطمہ بنت اسد کی تدفین کے وقت خدا کو اپنا اور گذشتہ پیغمبروں کا واسطہ دیا؟

۷۔ اگر توسل بدعت ہے تو حضورؐ نے اس اندھے کو اس عمل سے کیوں منع نہیں فرمایا جو اپنی مراد یعنی آنکھوں کی بینائی لینے کے لئے آپؐ سے متوسل ہوا تھا؟ جبکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے نہ صرف یہ کہ اسے منع نہیں فرمایا بلکہ وہ دعا بھی بتائی جس میں حضورؐ سے متوسل ہونے اور طلب شفاعت کی بات تھی۔

۸۔ اگر توسل شرک ہے تو آدم علیہ السلام کس لئے رسول اللہؐ کی خلقت سے پہلے ہی ان سے متوسل ہوئے تھے؟

۹۔ اگر توسل ممنوع ہے تو جب چند لوگ عائشہ کے پاس اپنی شکایت لے کر گئے تو عائشہ نے انہیں کیوں رسولؐ کی قبر مبارک کے پاس بھیجا تاکہ وہ خشک سالی سے نجات کے لئے آنحضرتؐ سے متوسل ہو جائیں؟

۱۰۔ اگر توسل شرک ہے تو اہل سنت میں سے بعض لوگ جیسے ابن حبان امام رضا علیہ السلام کی قبر مبارک سے متوسل ہوئے؟ ان کا کہنا ہے: جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے، میں فوراً امام رضا علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس جاتا ہوں اور میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ اگر توسل شرک ہے تو چاہیے تھا کہ مختلف مذاہب کے بڑے بڑے علماء کو اس کے جواز کی تاکید نہین کرنے چاہئے تھی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

۱۲۔ اگر غیر خدا سے متوسل ہونا اور مدد طلب کرنا شرک ہے تو پھر پوری دنیا میں ہمیں ڈھونڈے سے بھی کوئی موحد نہیں مل سکتا کیونکہ اس دنیا میں ہر شخص کی کچھ نہ کچھ ضروریات ہیں جنہیں وہ اپنے بل بوتے پر پورا کرنے سے قاصر ہے۔ ایسی صورت میں اسے کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے جو یقیناً کوئی غیر خدا ہستی ہے۔ پس ایسی مدد کا شمار بھی شرک میں ہونا چاہیے۔

۱۳۔ اگر توسل یا کسی کو واسطہ قرار دینا شرک ہے تو پھر اس میں زندہ یا مردے کی تخصیص نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ اس صورت میں

زندگی یا موت کی بجائے کسی بھی ہستی یا فرد کو خدا اور اپنے درمیان وسیلہ قرار دینے کی بات اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ کیونکہ ایک موحد انسان کا ماننا یہ ہے کہ کوئی بھی انسان مرنے کے ساتھ ہی فنا نہیں ہوتا بلکہ عالم برزخ میں ایک اور زندگی شروع کرتا ہے۔ امام غزالی کا بیان ہے: ہر وہ ہستی جس سے اس کی زندگی کے دوران مدد مانگی جا سکتی ہے، اس سے اس کے مرنے کے بعد بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔

۱۴۔ اگر پیغمبروں اور آئمہ علیہم السلام کی مبارک قبروں کا احترام اور ان کی محبت اور عقیدت شرک ہے تو پھر والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام بھی شرک ہوگا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالی نے والدین کے احترام کے بارے میں قرآن میں فرمایا ہے:

(وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ)[۱]

ترجمہ: اور ان کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعظیم اور احترام شرک کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اگر یہ شرک ہوتا تو خداوند تعالی اس کا حکم نہ دیتا۔ مسلمانوں میں سے بھی کوئی اسے شرک تسلیم نہیں کرتا۔

۱۵۔ اگر توسل ایک غیر شرعی امر ہوتا تو امام شافعی اہل بیتؑ سے متوسل نہ ہوتے۔

۱۶۔ اگر توسل ایک غیر شرعی امر ہوتا تو امام شافعی ابو حنیفہ کی قبر

۱۔ اسرا: ۲۴

سے متوسل نہ ہوتے۔

ابن حجر لکھتے ہیں: امام شافعی جب بغداد میں تھے تو ابوحنیفہ کی ضریح کے پاس آتے اور ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنی حاجات پوری ہونے کے لئے ان سے متوسل ہوتے تھے۔

۱۷۔ کیا یہ صحیح ہے کہ توسل اور اس کی اقسام سے آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے اس سے انکار کیا جائے؟

توسل کی چند قسمیں ہیں۔ کبھی ہم اپنی دعاؤں میں خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ اپنے پیغمبروں اور اولیاء کی عظمت کے واسطے ہماری مدد کرے۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ہم پیغمبروں اور اولیاء سے مانگتے ہیں کہ چونکہ وہ خدا کے حضور بلند درجات پر فائز ہیں اس لئے اپنی آبرو کے پیش نظر خدا سے چاہیں کہ وہ انسان کی مدد کرے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم پیغمبروں اور اولیاء سے اپنی مشکلات کے حل کا تقاضا کرتے ہیں۔ بے شک پہلے کے دو طریقے نہ صرف توحید منافی نہیں ہیں بلکہ خود ہی عین توحید ہیں اور ان دو طریقوں کا انکار کرنے والا شخص یا تو اپنے کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر ایسا کرتا ہے یا انتہائی ناسمجھ اور نادان ہے۔ البتہ تیسرے طریقے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس میں مانگنے والا پیغمبروں اور اولیاء اللہ کو خدا کی صفات میں شریک ٹھہرا کر یہ خیال کرے کہ وہی سب کچھ کرنے والے ہیں تو یہ شرک ہوگا۔ لیکن اگر وہ یہ سوچ کر ان سے متوسل ہو جائیں کہ خداوند تعالی نے انہیں اس بات کی اجازت دے رکھی ہے تو یہ پہلے کے دو طریقوں کی طرح بالکل صحیح ہوگا اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوگا۔ کیا یہ ٹھیک ہے کہ ہم صرف

ایک احتمالی صورت کی خاطر توسل کو ہی شرک قرار دیں؟ کیا اپنی نادانی اور عدم آگاہی کی بناء پر ہم ایک ایسے امر کی تردید کر سکتے ہیں جو مسلمانوں بالخصوص معنوی اور الٰہی مسائل کی طرف نوجوانوں کے میلان میں اہم کردار ادا کرتا ہے؟

۱۸۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

"الاعمال بالنیات" یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ تو کیا یہ صحیح ہے کہ ہم ایک مسلمان کے عمل کا اس طرح مطلب لیں جو اس کے کفر کا باعث بنے؟ یا کیا یہ ٹھیک ہوگا کہ ہم انصاف سے کام لے کر اس کے عمل کی صحیح معنوں میں تشریح کریں؟

۱۹۔ اگر غیر خدا سے متوسل ہونا شرک اور بدعت ہے تو پھر حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کی درخواست کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا کہ تم لوگوں نے اس درخواست کے ذریعہ خدا کی ذات میں غیر خدا کو شریک قرار دیا:

(وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ)[1]

ترجمہ: اور جب ان پر عذاب نازل ہوگیا تو کہنے لگے کہ موسی اپنے رب سے دعا کرو جس بات کا اس نے وعدہ کیا ہے اگر تم نے اس عذاب کو دور کرا دیا تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ ضرور بھیجیں گے۔

۱۔ اعراف: ۱۳۴

پس معلوم ہوا کہ ان کی حضرت موسی علیہ السلام سے درخواست توحید اور یگانہ پرستی سے ہم آہنگ تھی جس میں شرک کا شائبہ بھی نہین تھا حضرت موسی علیہ السلام خدا کے نزدیک اپنی رسالت، ولایت اور نبوت کی وجہ سے خدا سے براہ راست عہد و پیمان کرتے تھے اس لئے ان کی قوم اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے حل کے لئے ان سے متوسل ہوتی تھی کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام خدا کے نزدیک اپنی رسالت، ولایت اور نبوت کی وجہ سے خدا کے حضور انتہائی بلند درجہ رکھتے تھے اور مرتبہ انہیں خدا کی طرف سے ملا تھا۔ اسی لئے بنی اسرائیل نے کہا: اے موسی اپنے رب سے دعا کرو جس بات کا اس نے وعدہ کیا ہے اگر تم نے اس عذاب کو دور کرا دیا تو ہم یقیناً تم پر ایمان بھی لے آئیں گے۔

اسی لئے جب کسی پر مصیبت آن پڑتی ہے تو اس مصیبت کو خدا یا وہ ہستی جس نے خدا سے نبوت یا ولایت کا عہد و پیمان کیا ہو کے علاوہ کوئی اور دور نہیں کر سکتا۔

۲۰۔ اگر غیر خدا سے استغاثہ یا فریاد کرنا شرک ہے تو حضرت موسی علیہ السلام کے پیروکار اپنی مصیبتوں اور مشکلات کے وقت ان سے مدد کیوں مانگتے کرتے تھے؟

حضرت موسی علیہ السلام نے دو افراد کو لڑتے ہوئے دیکھا جن میں سے ایک حضرت موسی علیہ السلام کا پیروکار اور دوسرا مخالف تھا۔ بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے شخص نے حضرت موسی علیہ السلام سے، جو اپنی قدرت اور توانائی کے لحاظ سے اس آدمی سے کافی طاقتور

تھے، مدد مانگی اور کہا: اے خدا کے پیغمبرؑ! میری مدد کو پہنچو اور مجھے اس دشمن سے نجات دلاؤ جو میری جان لینے کے درپے ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام فوراً اس انسان کی مدد کو پہنچے اور فرعون کے اس پیروکار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
(فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ)[1]۔

۲۱۔ وہابیوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ رحلت فرما گئے ہیں اور رحلت کے بعد وہ ہماری بات نہیں سن سکتے۔ اگر ایسا ہے تو ہم نماز پڑھتے وقت تشہد میں آنحضرتؐ پر سلام کیوں بھیجتے ہیں:
"السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته"؟

۲۲۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ مرنے والے ہماری باتیں نہیں سنتے تو روایات میں اس کا ذکر کیوں ہے جس طرح صحیح مسلم میں آیا ہے کہ جب کبھی مردوں کی قبروں پر زیارت کے لئے جاؤ تو یوں کہو:
السلام علیک یا اهل الدیار من المومنین و انا ان شاء الله بکم لاحقون...؟

۲۳۔ کیا یہ کہنا کہ انسان مرنے کے بعد کچھ نہیں سنتا ان روایات سے کے معانی نہیں جن کا ذکر صحیح بخاری میں ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں: دنیا سے کوچ کرنے والا انسان تدفین میں آنے والے لوگوں کے جوتوں کی صدا تک سنتا ہے۔[2]

۱۔ قصص، ۱۵
۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال۔

۲۴۔ اگر مرنے والے نہیں سنتے تو جنگ بدر کے بعد اس کنویں کے پاس جاکر جس میں مشرکین کے جنازے ڈالے گئے تھے، پیغمبرؐ نے کیوں فرمایا: اب خدا کے کئے ہوئے وعدے پر یقین آیا؟[1]

اگر مشرکین مرنے کے بعد سن سکتے ہیں تو کیا پیغمبرؐ اور ان کے اصحاب اور اقارب موت کے بعد نہیں سن سکتے؟

۲۵۔ وہابی کہتے ہیں: قبور پر کسی چیز کی بنیاد جیسے ضریح اور گنبد بنانا حرام اور بدعت ہے اور ایسی چیزوں کو خراب کر دینا چاہیئے۔ اگر ایسا ہے تو وہ حضورؐ کی ضریح مبارک اور گنبد کو خراب کیوں نہیں کرتے؟

۲۶۔ اگر قبور کے اوپر گنبد اور بارگاہ بنانا حرام ہے تو اہل سنت کے بزرگوں جیسے ابو حنیفہ، شافعی اور دیگر لوگوں کی قبروں پر بارگاہ کیوں بنائی گئی ہے؟ کیا اسلامی تاریخ میں وہ تمام علماء جنھوں نے مزارات کی تخریب نہیں کی، اہل بدعت تھے؟

۲۷۔ اگر شرک کا معیار غیر خدا سے مدد طلب کرنا ہے تو پھر دنیا کے تمام ظاہری اسباب ایک طرف رکھ دینا چاہئیں۔ قرآن فرماتا ہے:

(أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ * أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ)[2]

ترجمہ: اس دانے کو بھی دیکھا ہے جو تم زمین میں بوتے ہو۔ اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

ہمیں اقرار کرنا ہوگا کہ اصل زارع خداوند تعالی ہے۔ پس ہم کسانوں کے ذریعہ زمین کو زراعت کے لئے آمادہ کرانا چھوڑ دینا۔ اس

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل

۲۔ واقعۃ، ۶۴

صورت میں خداوند تعالی کھیتی باڑی لوگوں سے چھین کر اسے اپنی ذات سے مخصوص قرار دے گا جبکہ خود اس نے اس دنیا میں اسباب اور وسائل پیدا کئے ہیں۔

پس اگر ہم دنیا میں موجود اسباب اور وسائل کو اس مقصد کے ساتھ وسیلہ قرار دیں کہ خدا نے خود ہی ان چیزوں کو اصل اہداف تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے تو ہمارا یہ عمل ذرہ برابر توحید کے منافی نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان لوگوں کو وسیلہ قرار دینا جنہیں خود خدا نے اپنے فیضان کے حصول کا واسطہ قرار دیا ہے توحید کے منافی عمل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کو خدا کی طرف سے ایک ایسی طاقت عطا کر دی گئی ہے جو عالم ہستی میں موجود وسائل کے ذریعے سے حاصل ہونے والے ممکنہ توانائی اور طاقت سے کئی گنا زیادہ ہے اور ایسے اعمال توحید کے منافی نہیں ہیں، بلکہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے توحید ہیں۔

۲۸۔ وہ آدمی جو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے: اے کہ تم مقام نبوت کے دعوے دار ہو، اس مردے کو زندہ کر، یا اس مٹی سے کوئی مخلوق بناؤ یا اس اندھے کو بینائی عطا کرو، تو کیا حقیقت میں یہ شخص اپنے رب کے بارے میں شرک کا مرتکب ہو رہا ہے؟

(أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ)[1]

۱۔ آل عمران، ۴۹

اس لئے پیغمبرؐ اور اولیاء اللہ ایسی طاقت رکھتے ہیں جو کسی اور کے حق میں آنی ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے انہیں الٰہی فیوض کا نفاذ کرنے والے کہتے ہیں تاکہ اس طرح وہ بندوں پر خدا کی حجت ہوں۔ پس جس طرح اس دنیا میں اسباب سے متوسل ہونا شرک نہیں ہے اس لئے کہ خدا کہ مخلوق ہوئے ہیں سے متوسل ہیں، شرک نہیں، بالکل اسی طرح فیوض الٰہی کا نفاذ کرنے والے (پیغمبرؐ اور اولیاء اللہ) سے متوسل ہونا بھی قطعاً شرک نہیں ہے۔

روایات اور تاریخ میں ایسے کئی دلائل اور بھی ہیں جو اعتراض کرنے والوں کے جواب میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ہم انہی چند دلائل پر اکتفاء کرتے ہیں۔ یہاں یہ یاد دلانا لازمی ہے کہ دیئے گئے جوابات میں سے اکثر کا تعلق وہابیوں کی معتبر کتابوں سے ہیں جن میں سے بعض کو یہاں مکمل حوالے کے ساتھ بیان کیا ہے۔

امید کرتے ہیں کہ اس تحریر کے دقیق مطالعے کے بعد توسل کے انکار کرنے والوں کا بنیادی ابہام ختم ہو جائے گا۔